محاصل کی تنفیذ اور اسلامی حکومت کے اختیارات

ڈاکٹر نورالدین جامی*

اسلام کا نظام محاصل ایک ایسے ہمہ گیر فلسفے پر مبنی ہے جس کا نام اسلام ہے' جو عالمگیر دعوت اور ہمہ گیر انقلاب کا داعی ہے اور انسانیت کی نہ صرف معاشی فلاح و اصلاح کا خواہش مند ہے بلکہ وہ مذہبی' اخلاقی' سیاسی' معاشی اور معاشرتی ہر قسم کی دینی اور دنیوی فلاح و بہبود کا علمبردار بھی ہے۔ اس کے نزدیک انسان کا منتہائے مقصود صرف دنیوی ترقی و کمال ہی نہیں بلکہ سعادت ابدی اور رضائے الٰہی بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام ہر شعبہ زندگی کے لیے ایک جامع نظام حیات پیش کرتا ہے اور انہی شعبہ ہائے زندگی کا ایک شعبہ محاصل بھی ہے۔

اگر ہم اسلامی ریاست کی ذمہ داریوں کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اپنے شہریوں کو اسلامی تعلیم و تربیت' دفاع' دنیا کو حق کی طرف دعوت دینا اور اس سلسلے میں اگر ضرورت پڑے تو جہاد' ملک میں عدل و انصاف اور امن و امان کے قیام کے ذریعے جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت اسلامی ریاست کی بنیادی ذمہ داریاں ہیں۔ اسلامی ریاست کا فرض ہے کہ وہ دارالسلام کے اندر بسنے والے ہر انسان کی بنیادی ضروریات زندگی کی تکمیل کا اہتمام کرے۔ دارالسلام کا کوئی باشندہ بھوکا' پیاسا' ننگا' بے ٹھکانہ' اور مرض کی حالت میں بے علاج نہ رہے۔ حضرت عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال عمر بن مره لمعاويه انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما من امام یغلق بابه دون ذوی الحاجه والخله والمسکنه الا اغلق اللہ ابواب السموات والارض دون خلته و حاجته مسکنته فجعل معاويه رجلا علی حوائج الناس(1)

---

* ایسوسی ایٹ پروفیسر ادارہ علوم اسلامیہ و عربیہ بہاء الدین زکریا یونیورسٹی' ملتان

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عمرو بن مرہؓ نے حضرت معاویہؓ سے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو امام ضرورت مندوں' فقراء اور مساکین پر اپنے دروازے بند کر لیتا ہے اللہ اس کی ضروریات فقر اور مسکینی پر آسمان کے دروازے بند کر دیتا ہے۔ یہ سن کر حضرت معاویہؓ نے ایک آدمی کو عوام کی ضروریات پورا کرنے پر مامور کر دیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے واضح ہوتا ہے کہ اگر صاحب امر ضرورت مند افراد کی ضروریات پوری کرنے کا اہتمام نہیں کرے گا تو اللہ کی سخت ناراضگی مول لے گا۔ یہ وعید اس بات کے لیے کافی ہے کہ تکمیل ضرویات اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔ اسلامی تاریخ بتلاتی ہے کہ جب بھی مسلمان حکمرانوں نے اسلامی ہدایات کو اپنا رہنما بنایا تو انہوں نے اپنی اس ذمہ داری کو محسوس کیا اور اس کا اعلان کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لو مات جمل ضیاعا علی شط الفرات لخشیت ان یسالنی اللہ عنہ[۲]

اگر ساحل فرات پر کوئی اونٹ بے سہارا مر جائے تو مجھے ڈر ہے کہ اللہ مجھ سے اس کی بابت جواب طلب کرے گا۔

ان ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لیے شرعی محاصل کے علاوہ بعض اوقات مزید محاصل عائد کرنے کی ضرورت بھی پڑ سکتی ہے۔ ان ٹیکسوں کی تنفیذ تین وجوہات کی بنا پر کی جا سکتی ہے۔ اولاً" یہ کہ شرعی محاصل سے حاصل ہونے والی آمدنی ریاست کے بنیادی فرائض' دفاع' جہاد فی سبیل اللہ اور کفالت عامہ کے لیے ناکافی ہو۔ ثانیاً" اسلامی ریاست کو ملک کی معاشی تعمیر و ترقی مصارف حکمرانی کے لیے مزید دولت کی ضرورت ہو۔ ثالثاً" اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ معاشرے کے اندر تقسیم دولت میں پائی جانے والی ناہمواری اور عدم توازن کو ختم کرے۔ معاشرے کے ان افراد پر ٹیکس عائد کرے جن کے پاس بہت زیادہ دولت ہو تاکہ دولت چند ہاتھوں میں مرتکز ہو کر نہ رہ جائے۔ اس کے علاوہ مصالح مرسلہ اور استحسان کے نقطہ نظر سے بھی ٹیکس عائد کیے جا سکتے ہیں۔

جس طرح افراد کو اپنی زندگی بسر کرنے کے لیے رقم کی ضرورت ہوتی ہے' بعینہ حکومت کو جو مختلف افراد ہی کے مجموعے کا نام ہے کو بھی اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کے لیے دولت کی ضرورت پڑتی ہے۔ حکومت یہ رقم مختلف طریقوں سے افراد ہی سے وصول کرتی ہے اسے اصطلاح میں ٹیکس یا محصول کہا جاتا ہے۔

ٹیکس کو عربی میں ضریبہ مکس اور خراج کہا جاتا ہے۔ علامہ ابن منظور نے لسان العرب میں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

صراحت کی ہے کہ اہل عرب میں ٹیکس مکس کے نام پر مشہور تھا۔ مکس کے بارے میں وہ رقمطراز ہیں کہ :

دراھم توخذ من بائع السلع فی الاسواق فی الجاھلیہ[۳]

یہ وہ دراہم تھے جو جاہلیت کے زمانے میں بازاروں میں مال فروخت کرنے والوں سے وصول کیے جاتے تھے۔"

صاحب المنجد نے مکس یمکس مکسا کا معنی ٹیکس جمع کرنا بیان کیا ہے۔[۴] اگر یہ بیع کے ساتھ استعمال ہو تو قیمت کم کرنے کے معنی دیتا ہے اور اس کا صلہ "ہ" ہو تو پھر اس سے مراد ظلم کرنا ہے۔ المکس کا معنی محصول ٹیکس اور چنگی ہے۔ جس کی جمع ماکوس ہے۔ ٹیکس جمع کرنے والے کو الماکس یا المکاس کہا جاتا ہے۔ ٹیکس کی مختلف اصطلاحی تعریفیں بیان کی گئی ہیں۔ سب سے بہتر تعریف سوشل سائنسز کے دائرہ المعارف نے بیان کی ہے۔

"محصول سے مراد وہ رقم یا قیمتی چیزیں ہیں جو حکومت مختلف افراد اور جماعتوں سے بذریعہ قانون لازما" حاصل کرتی ہے۔"[۵]

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں اس طرح تعریف کی گئی ہے :

"محصول حکومت کی عام ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لیے ایک لازمی لگان ہے جس میں انکم ٹیکس، آبکاری ٹیکس، کسٹم اور بہت سے ٹیکس شامل ہیں۔ اس میں حکومت کے قرضے یا خاص سرکاری خدمات مثلاً ڈاک، تار اور ٹیلی فون کے معاوضے شامل نہیں۔"[۶]

ایک اور ماہر مالیات پروفیسر ڈالٹن نے ٹیکس کی تعریف یوں کی ہے :

"محصول وہ لازمی مطالبہ ہے جو حکومت کی جانب سے رعیت پر عائد کیا جاتا ہے۔"[۷]

اس وقت معاشیات کا علم دن بہ دن ترقی پذیر ہے۔ محصول کو عام طور پر دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ایک محصول بالواسطہ اور دوسرا محصول بلا واسطہ۔ یہ تو عام قسمیں ہیں اس کے علاوہ ہر ملک کے حالات کے مطابق وہاں مختلف قسم کے لاتعداد ٹیکس نافذ ہیں جن میں انکم ٹیکس، ٹریڈ ٹیکس، آبکاری ٹیکس، زرعی ٹیکس، سیلز ٹیکس، کسٹم ڈیوٹی، جائیداد ٹیکس، اور وراثت ٹیکس وغیرہ معروف ہیں۔ آج کل ٹیکس صرف حکومت کے مصارف پورے کرنے کے لیے ہی نہیں لگایا جاتا بلکہ اس سے ملکی معیشت کو کنٹرول کرنے کا کام بھی لیا جاتا ہے۔ مثلاً اگر حکومت کسی ملکی صنعت کو تحفظ دے کر فروغ دینا چاہتی ہے تو غیر ممالک سے اس کی درآمد پر کئی گنا ٹیکس لگا دیتی ہے یا اسی طرح کسی چیز کے استعمال کو کم کرنا چاہتی ہے جیسا کہ سامان تعیش اور نشہ آور چیزیں تو ان پر ٹیکس کی شرح میں اضافہ کر دیتی ہے تاکہ گراں ہونے کی وجہ سے ان کا رواج کم سے کم ہو۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ٹیکسوں کی یہ بھرمار اور اس کا پیچیدہ نظام کوئی زمانہ جدید سے خاص نہیں بلکہ اسلام سے قبل روم و ایران کی سلطنتوں میں کم و بیش ٹیکسوں کا ایسا ہی نظام مروج تھا جن کی تفاصیل استاد ضیاء الدین الرئیس کی کتاب "الخراج فی الدولۃ الاسلامیہ" سے لی جاسکتی ہے۔(۸) یا جیسا کہ مورخ ابن جریر طبری نے بھی صراحت کی ہے کہ ایران کا مالیاتی نظام بھی ظالمانہ تھا۔ وہ لکھتے ہیں:

و کان ملوک فارس یا خنون من کور من کورھم قبل ملک کسری نو شیروان فی خراجھا الثلث و من کور الربع و من کور الخمس و من کور السدس علی قدر شربھا و عمارتھا(۹)

> ایرانی حکمران کسریٰ نوشیروان کی حکومت سے پہلے مختلف علاقوں سے ان کی آبادکاری اور پانی کی بہم رسانی کے لحاظ سے بعض سے ایک تہائی، بعض سے ایک چوتھائی، بعض سے خمس اور بعض سے چھٹا حصہ بطور خراج لیتے تھے۔

لیکن اسلام نے اس نظام کو ممکن حد تک سادہ بنایا اور ان ظالمانہ ٹیکسوں سے نجات دلائی۔
لہٰذا بعض اہل علم کا موقف یہ ہے کہ اسلام کا نظام محاصل زکوٰۃ اور عشر پر ہی مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ حکومت کسی قسم کا کوئی ٹیکس عائد نہیں کر سکتی۔ اس سے قبل کہ اس موقف کا تنقیدی و تحقیقی جائزہ لیا جائے یہ ضروری ہے کہ ان کا موقف پیش بھی کر دیا جائے۔ چنانچہ ان کے موقف کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

اسلامی تاریخ شاہد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور خلفائے راشدین نے زکوٰۃ و عشر کے علاوہ کسی قسم کا کوئی ٹیکس عائد نہیں کیا۔ قرآن کریم اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اسلامی حکومتوں کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ وہ زکوٰۃ و عشر کے علاوہ کسی قسم کا کوئی ٹیکس وصول نہ کریں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الذین ان مکنھم فی الارض اقاموا الصلوۃ و اتوا الزکوۃ و امروا بالمعروف و نھوا عن المنکر(۱۰)

> اگر ان کو ہم زمین میں حکومت سے نوازیں تو وہ نماز و زکوٰۃ کا نظام قائم کریں گے اور اچھائی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے۔

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

و اقیمو الصلوۃ و اتوا الزکوۃ(۱۱) نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔

اس کے علاوہ سورہ حج، نور اور مزمل میں کم و بیش چھ مرتبہ مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ زکوٰۃ ادا کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد خلفاء راشدین نے مسلمانوں کو

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

زکوۃ ہی کا پابند کیا۔ اس کے علاوہ کسی اور ٹیکس کا پابند نہیں کیا۔ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ :

دلنی علی عمل اذا عملته دخلت الجنه قال تعبد اللّٰه و لا تشرک به شیئا و تقیم الصلوة المکتوبه و تو دی الزکوة المفروضه و تصوم رمضان قال و الذی نفسی بیده لا ازیده علی هذا ولا انقص منه شیئا فلما و لی قال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم من سره ان ینظر الی رجل من اهل الجنة فلینظر الی هذا(۱۲)

> مجھے ایسا عمل بتائیں جسے کر کے میں جنت میں داخل ہوجاؤں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔ فرض نماز قائم کرو اور مفروضہ زکوۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو۔ اس نے کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میں اس سے نہ کچھ زیادہ اور نہ ہی کچھ کم کروں گا۔ جب وہ پلٹا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو پسند ہے کہ وہ کسی جنتی کو دیکھے تو وہ اس شخص کو دیکھ لے۔

صاحب مشکوۃ نے اس حدیث کو کتاب الایمان میں نقل کیا ہے۔ جس سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اہل ایمان پر صرف مذکورہ چیزیں فرض ہیں اور ان کی ادائیگی پر مسلمان جنتی بن جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی چیز فرض نہیں۔ وہ مالی طور پر صرف زکوۃ ادا کرنے کا پابند ہے۔ خلفائے راشدین بھی اپنے دور خلافت میں صرف زکوۃ ہی وصول کرتے تھے۔ اس کے علاوہ مسلمانوں سے کوئی ٹیکس وصول نہیں کرتے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنے دور خلافت میں جب حضرت انسؓ کو بحرین کا حاکم مقرر کیا تو بدیں الفاظ آپ نے انھیں حکم نامہ جاری کیا:

بسم اللّٰه الرحمان الرحیم

هذه فریضه الصدقه التی فرض رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم علی المسلمین التی امر اللّٰه بها رسوله فمن سلها من المسلمین علی وجهها فلیعطها و من سلها فوقها فلا یعط(۱۳)

> شروع اللہ کے نام سے جو مہربان نہایت رحم والا ہے۔ یہ وہ صدقہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں پر فرض کیا ہے۔ وہی ہے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا۔ پس مسلمانوں سے فریضے کے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مطابق جس سے طلب کیا جائے وہ ادا کرے اور جس سے فرض کردہ سے زیادہ مانگا جائے وہ اسے نہ دے۔

اسی طرح فاطمہ بنت قیس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لیس فی المال حق سوی الزکوۃ [۱۴]

مال میں زکوٰۃ کے سوا کوئی حق نہیں۔

اسی لیے امام ابو الحسن بن محمد بن حبیب البصری البغدادی الماوردی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو پیش نظر رکھتے ہوئے لکھتے ہیں:

لیس فی المال حق سوی الزکوۃ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یجب علی المسلم فی مالہ حق سواھا [۱۵]

کہ مسلمان کے مال میں سوائے زکوٰۃ کے اور کچھ واجب نہیں۔

علامہ علاء الدین علی المتقی الہندی سے منقول ہے:

ان تمام اسلامکم ان تودوا زکوۃ اموالکم [۱۶]

اسلام کی تکمیل یہ ہے کہ تم اپنے مال کی زکوٰۃ دو۔

اسی طرح علامہ شوکانی نیل الاوطار میں واضح کرتے ہیں:

ای لیس علیھم غیر الزکوۃ من الضرائب و المکس و نحو ھا [۱۷]

کہ مسلمانوں پر سوائے زکوٰۃ کے اور کوئی ٹیکس نہیں۔

درج بالا شواہد سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ اسلامی ریاست میں صرف زکوۃ فرض کی گئی ہے عشر بھی زکوٰۃ ہی کی صورت ہے جو زرعی پیداوار پر وصول کیا جاتا ہے۔ زکوٰۃ اور عشر کے علاوہ کسی قسم کا ٹیکس عائد نہیں کیا جاسکتا۔

اسلامی ریاست کے وجود میں آنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جاہلیت کے تمام ٹیکسوں کو ختم کر کے زکوٰۃ و عشر کا نظام قائم فرمایا اور جہالت کے ٹیکس وصول کرنے والے کے بارے میں فرمایا:

ان صاحب المکس فی النار [۱۸]

بے شک ٹیکس وصول کرنے والا جہنم میں ہوگا۔

ایک اور روایت جو کہ حضرت سعید بن زید سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یا معشر العرب احمدوا اللہ الذی رفع عنکم العشور [۱۹]

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اے جماعت عرب! اللہ کی حمد بیان کرو جس نے تم سے عشور کو ختم کردیا۔

درج بالا قرآنی شواہد و احادیث سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ زکوٰۃ اور عشر کے علاوہ کوئی اور ٹیکس عوام الناس سے وصول نہیں کیا جاسکتا۔ میرے خیال میں ٹیکس کے عدم جواز کے ضمن میں ان شواہد سے استدلال نہیں کیا جاسکتا۔

جن احادیث سے استدلال کرتے ہوئے ٹیکس کی ممانعت ثابت کی گئی ہے کہ ان میں حکومتی ٹیکس کے لیے جو لفظ استعمال ہوتا ہے وہ ضریبہ ہے۔ بعض احادیث میں ضریبہ اس مال کے لیے استعمال ہوا ہے جو آقا اپنے غلام یا باندی کی کمائی میں سے اپنے لیے مقرر کرتا تھا۔ جن احادیث میں لفظ مکس استعمال ہوا ہے اس کے معنی چونگی محصول جو ایک شہر سے دوسرے شہر میں مال تجارت لے جانے پر تاجر سے وصول کیا جاتا تھا۔ جہاں عشر کا ذکر ہے اس کے معنی درآمدی محصول جو ایک ملک سے دوسرے ملک میں سامان تجارت لے جانے پر تاجر سے سرحدی چوکی پر وصول کیا جاتا تھا۔

ابو عبید قاسم بن سلام نے کتاب الاموال میں ان سب احادیث کو جمع کردیا ہے۔ جن میں مکس عشور کی شدت کی ساتھ ممانعت ہے۔

یہاں یہ وضاحت بھی نہایت ضروری ہے کہ حضرت عمرفاروقؓ کے دور خلافت میں جب یہ بات سامنے آئی کہ مسلمان تاجر جب غیرمسلم حکومتوں میں سامان تجارت لے کر جاتے ہیں تو ان سے عشور وصول کیا جاتا ہے کیا ہمیں بھی جوابی طور پر ان غیرمسلم ممالک کے تاجروں سے عشور وصول کرنا چاہئے تو حضرت عمرفاروق اعظمؓ نے اپنی مجلس مشاورت کے سامنے یہ مسئلہ رکھا۔ اور ان کی آراء معلوم کیں تو اس پر اتفاق ہوا کہ جو غیرمسلم ممالک ہمارے تاجروں سے عشور یعنی مجموعی مال کا عشر وصول کرتے ہیں ان تاجروں سے ہمیں بھی وصول کرنا چاہئے چنانچہ ان سے عشور لینا شروع کیا گیا جو جوابی کارروائی کے طور پر تھا۔

لیکن مکس اور عشور کے معنی ضریبہ (ٹیکس) کے نہیں ان کے مابین وہی فرق ہے جو درآمدی و برآمدی ڈیوٹی اور انکم ٹیکس کے مابین ہوتا ہے لہٰذا مکس اور عشور کی ممانعت سے ٹیکس کی ممانعت ثابت نہیں کی جاسکتی اور ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے جس کا علماء اصول کے نزدیک اعتبار نہیں ۔ مطلب یہ ہے کہ مروجہ ٹیکسوں کی ممانعت ان احادیث و آثار سے ثابت نہیں ہوسکتی جن میں مکس و عشور سے منع فرمایا گیا ہے۔

لہٰذا یہ موقف کہ زکوٰۃ و عشر کے علاوہ کسی قسم کا ٹیکس عائد کرنا جائز نہیں غلط ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ زکوٰۃ کے مصارف محدود ہیں اور حکومت کے اخراجات کثیر ہیں۔ زکوٰۃ کے مصارف

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کے لیے قرآن مجید نے آٹھ مدات مقرر کی ہیں جن کے پیش نظر زکوٰۃ کے لیے خاص بیت المال ہوا کرتا ہے فقہاء نے زکوٰۃ کے مال کو دوسری آمدنیوں کے ساتھ ملانے کو ناجائز قرار دیا ہے۔ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں:

"خراج کے مال کو صدقات کے مال میں نہ ملایا جائے کیونکہ خراج تمام مسلمانوں کے لیے فئے کے حکم میں ہے لیکن صدقات ان ہی لوگوں کے لیے خاص ہیں جن کے مستحق ہونے کی صراحت اللہ نے فرمادی ہے۔[20]

ٹیکسوں کا جواز مندرجہ ذیل آیات و احادیث سے ہوتا ہے۔

و یسئلونک ما ذا ینفقون قل العفو[21]

وہ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا خرچ کریں آپ فرمادیں جو ضرورت سے زیادہ ہو۔

و ات ذالقربی حقہ و المسکین و ابن السبیل[22]

اور قرابت داروں اور مسکین اور مسافر کے جو حق تم پر واجب ہیں وہ ادا کرو۔

و فی اموالھم حق للسائل و المحروم[23]

اور ان کے مالوں میں مانگنے والوں اور تنگ دستوں کا حق ہے۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ انہ قال فی مالک حق سوی الزکوۃ[24]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تیرے مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حقوق ہیں۔

عن علی بن ابی طالب یقول ان اللہ تعالٰی فرض علی الاغنیاء فی اموالھم بقدر ما یکفی فقرائھم فان جاعوا او عروا و جھدوا فمنع الاغنیاء[25]

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اغنیاء کے مالوں میں اس قدر فرض کر دیا ہے جو ان کے فقراء کو کفایت کرسکے۔ پس اگر فقراء بھوکے ہیں یا ننگے ہیں اور خستہ حال ہیں تو اس کا سبب یہی ہوگا کہ اغنیاء اس فرض کی ادائیگی میں کوتاہی برت رہے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور بہت سے دیگر صحابہ کرامؓ کا یہی مذہب ہے۔ فقہاء کرام میں سے عطاء بن ابی رباح، امام شعبی، طاؤس حماد بن سلمہ، ابو عبید قاسم بن سلام کا بھی یہی مذہب ہے۔[26]

ابن حزم ظاھری نے تو یہاں تک لکھا ہے "فرض علی الاغنیاء من اھل کل بلد ان یقوموا بفقرائھم، و یجبرھم السلطان علی ذالک، ان لم تقر الزکوۃ بھم[27]

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اور شہر کے مالداروں پر فرض ہے کہ اپنے محتاجوں کی کفالت کریں اور سلطان انہیں اس پر مجبور کرسکتا ہے بشرطیکہ زکوٰۃ کی آمدنی اس مقصد کے لیے ناکافی ہو۔

فقہاء اسلام کے نزدیک ناگہانی ضرورت مثلاً حادثہ' جہاد وغیرہ کی صورت میں سرکاری خزانہ کی مدد کرنا تمام مسلمانوں پر فرض کفایہ بن جاتا ہے۔ اور اگر ضرورت ایسی ہو کہ کسی خاص علاقہ کے لیے مخصوص ہو تو اس کی ذمہ داری عام نہیں ہوگی۔(۲۸)

ضرائب یعنی ہنگامی ٹیکس سے اگر اہل استطاعت گریز کرنے لگیں تو حکومت اسلامیہ ان سے جبری طور پر بھی امداد لے سکتی ہے۔ چنانچہ صاحب ھدایہ علامہ مرغینانی نے لکھا ہے:

وللامام ان یفعل ذالک فی مال العادل عند الحاجة ففی مال الباغی اولی ولمعنی فیه الحاق الضرر الادنی لدفع الاعلی(۲۹)

اور سربراہ حکومت ملک کے وفادار دولت مندوں کے اموال میں تصرف کر سکتا ہے تو وہ ملک کے بے وفاؤں کے اموال میں ضرر اعلیٰ کے دفیعہ کے لیے بطریق اولیٰ تصرف کرسکتا ہے۔

امام سرخسی نے المبسوط میں لکھا ہے کہ حرب ھوازن میں ضرورت درپیش تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان سے کچھ زرہیں اس کی اجازت کے بغیر استعمال کے لیے اٹھوالی تھیں۔(۳۰)

ہمارے فقہاء نے کہا ہے کہ مسلمانوں کے عام مصالح یا مشترکہ ضرورتوں کے لیے حکومت باشندوں پر حسب صوابدید زائد ٹیکس عائد کرسکتی ہے جن کو اصطلاحاً "النوائب" کہا گیا ہے۔

"النوائب" کی تعریف الھدایة باب الکفالہ میں درج کی گئی ہے:

ما یکون بحق ککری النهر المشترک و اجرة الحارس والموظف لتجهیز الجیش و فداء الاساری(۳۱)

جو محصول (واقعی ضرورت کے لیے) عائد کیا جائے مثلاً ایسی نہر کھودنے کے لیے جو عام مشترک ضروریات کے لیے ہو' پہرہ دینے والوں کی تنخواہ کے لیے جو محلّہ کی حفاظت کرتے ہوں اور وہ محصول جو فوج کی تیاری کے لیے عائد کیاجائے یا قیدیوں کا فدیہ ادا کرنے کے لیے حکومت کو ضرورت ہو۔

ان نوائب کی مثال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل سے دی جاسکتی ہے کہ آپ نے غزوہ تبوک کے موقعہ پر صحابہ سے مال کا مطالبہ فرمایا تھا جس کے نتیجہ میں ہر ایک نے اپنی طاقت کے مطابق دل کھول کر مدد کی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کا سارا مال لا کر رکھ دیا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اگر واقعی ضرورت ہو تو اس قسم کا جدید ٹیکس خواہ وہ ایک دفعہ وصول کیا جائے یا قسطوں میں عائد کرنا جائز ہے۔ اور عام پبلک پر اس قسم کے محصول ادا کرنا واجب ہے۔ جس کی وجہ ابن ہمام نے یہ لکھی ہے:

لانها واجبة علی كل مسلم موسر بایجاب طاعة اولی الامر فيما فيه مصلحة للعلمين (۳۲)

ہر صاحب استطاعت مسلمان پر اس محصول کا ادا کرنا اس لیے واجب ہے کہ اولوالامر کی اطاعت ان امور میں ضروری ہے جن میں مسلمانوں کی بھلائی ہو۔"

البتہ وہ محاصل جو مفاد عامہ میں نہ ہوں ان کی اشد ضرورت نہ ہو تو ان کی ادائیگی کو فقہاء نے واجب قرار نہیں دیا۔ بلکہ شمس الائمہ نے امام ابن ہمام سے نقل کیا ہے کہ ایسے مطالبات کا ادا نہ کرنا ثواب ہے ان کے الفاظ یہ ہیں: "اما فی زماننا اکثر النوائب توخذ ظلما و من تمکن من دفع الظلم من نفسه فهو خير له۔" (۳۳)

ہمارے زمانے میں عموماً" جو محصول وصول کیے جاتے ہیں چونکہ یہ ظلماً" وصول کیے جاتے ہیں اور ظلم کے ازالے کا جتنا موقع ملے اتنا بہتر ہے۔

ماوردی نے حاکم کے ظلم اور عوام کے جائز ٹیکسوں کے لیے تعاون کے سلسلہ میں نہایت بلیغ جملہ کہا ہے:

لان الزیادة ظلم فی حقوق الرعیة و النقصان ظلم فی حقوق بیت المال" (۳۴)

کیونکہ زیادتی رعایا کے حقوق پر ظلم کرنا ہے اور کمی بیت المال پر ظلم کرنا ہے۔

جہاں تک دفاعی نقطہ نظر سے ٹیکسوں کے جواز کا تعلق ہے۔ اس کے بارے میں فقہاء کہتے ہیں کہ اگر بیت المال میں اتنی رقم ہے کہ جنگی اخراجات پورے کیے جاسکتے ہوں تو عوام سے چندہ کی اپیل کرنا یا محصول لگانا مکروہ ہے اور اگر سرکاری خزانہ خالی ہے یا اخراجات پورے نہیں کر سکتا تو پھر اس کی اجازت ہے۔ (۳۵)

زکوۃ کے علاوہ ٹیکس عائد کرنے کے حق میں یہ روایت بھی موجود ہے:

حضرت فاطمہ بنت قیسؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زکوۃ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

ان فی المال لحقا سوی الزکوة (۳۶)

مال میں زکوۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔

پھر آپ نے سورۃ بقرہ کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ليس البر ان تولوا وجوهكم قبل المشرق و المغرب و لكن البر من امن بالله و اليوم الاخر والملئكة و الكتاب و النبيين و اتى المال على حبه ذوى القربى و اليتمٰى و المساكين و ابن السبيل و السائلين و فى الرقاب و اقام الصلوة و آتى الزكوة (۳۷)

نیکی یہ نہیں کہ تم اپنا رخ مشرق یا مغرب کی طرف کرو بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ' یوم آخرت' ملا ئکہ' کتب الٰہی اور نبیوں پر ایمان لائے اور اپنا مال اس کی محبت میں قرابت داروں' یتیموں' مسکینوں' مسافروں اور مانگنے والوں پر اور گردنیں چھڑانے میں خرچ کرے' نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے۔

مندرجہ بالا شواہد اس حقیقت کو واضح کرنے کے لیے کافی ہیں کہ زکوٰۃ کے علاوہ بھی محاصل عوام الناس پر عائد کیے جاسکتے ہیں۔

پہلے زمانہ میں جب کہ مختلف ممالک فتح ہو رہے تھے سرکاری خزانہ' مال غنیمت' مال کے خراج' جزیہ اور مال فے سے معمور رہتا تھا۔ اس لیے ٹیکس عائد کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوتی تھی۔ لیکن موجودہ دور میں جبکہ غنیمت اور فے کی مدات غائب ہوچکی ہیں حکومت پر ذمہ داریوں کا بوجھ بہت زیادہ ہے آمدنی کے ذرائع محدود ہیں لہٰذا ٹیکسوں کا نفاذ ناگزیر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ میں مقیم تھے اور اسلامی ریاست کا وجود نہ تھا تو زکوٰۃ کا کوئی نظام نہیں تھا صرف خیرات' صدقات تک بات رک جاتی تھی۔ لیکن جب مدینہ منورہ میں آپ تشریف لائے اور اسلامی حکومت منصئہ شہود پر آئی تو زکوٰۃ و صدقات کی وصولی کا باقاعدہ نظام قائم کیا۔ جزیہ اور خمس کی مدیں بڑھیں۔

خلفائے راشدین کا زمانہ آیا تو حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے زمانہ خلافت میں دفاعی اور دعوتی ضروریات میں کچھ تبدیلی نہ ہوئی اور نہ ہی ذرائع آمدن میں اضافہ کی فکر کی گئی۔

حضرت عمر فاروق ؓ کے زمانے میں اللہ تعالیٰ نے فتوحات کے دروازے کھول دیئے اور مملکت اسلامیہ کی حدود دور دور تک پھیل گئیں یوں جہاد فی سبیل اللہ اور مصالح عامہ کے اخراجات میں اضافہ ہوا تو آپ نے آمدنی کی مستقل حدود کو مروج کیا جو کہ زکوٰۃ و عشر کے علاوہ جزیہ' خمس' خراج' عشور' فے' صدقات' اموال فاضلہ' کانیں 'دفینے کراء الارض وغیرہ پر مشتمل تھیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانے میں ذرائع میں مزید اضافہ نہ ہوا۔

عہد بنی امیہ اور بنو عباس میں جب کہ انتظامی دفاعی اور مصالح عامہ کے اخراجات میں روز

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بروز اضافہ ہوتا گیا تو اسلامی ریاست نے بوقت ضرورت مزید ہنگامی ٹیکس بھی عائد کیے اور ان مختلف ادوار میں فقہاء کرام نے بیت المال کی مدد کے لیے ٹیکس کے جواز کے فتاویٰ دیئے۔

امام شاطبی کے زمانہ میں اندلس کے بعض علاقوں میں دفاعی مصالح کے تحت شہرپناہ تعمیر کرنے کے لیے ایک خصوصی ٹیکس عائد کیا گیا تھا۔ امام شاطبی نے مصالح مرسلہ کی بنیاد پر اس ٹیکس کے جواز کا فتویٰ دیا۔

اگر حدیث مذکورہ بالا میں کچھ ضعف بھی ہو تو آیت مبارکہ اسے تقویت پہنچاتی ہے۔ یہ آیت مبارکہ بجائے خود حجت بالغہ ہے کیونکہ اس میں بتایا گیا ہے کہ قرابت داروں پر انفاق کرنا نیکی کے ارکان میں سے ہے۔ اس کے بعد عطف کے طور پر ایتائے زکوٰۃ کا ذکر ہوا اور عطف مغایرت کا متقاضی ہے جس سے واضح ہوا کہ (انفاق زکوٰۃ کے علاوہ ہے۔ امام قرطبیؒ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں اگرچہ کلام کی گنجائش ہے لیکن اس سے نفس آیت کے صحیح مفہوم کی تائید ہوتی ہے۔ یعنی آتی المال (مال کا خرچ کرنا) یعنی (انفاق) فرض زکوٰۃ کے ہم معنی نہیں ہے۔ ورنہ یہ ایک ہی بات کی تکرار ہوگی اگر یہ کہا جائے کہ مذکورہ انفاق سے مراد نفل انفاق ہے نہ کہ واجب تو یہ صحیح نہیں ہوگا۔ کیونکہ آیت مبارکہ یہود کی رسمی اور ظاہری دینداری کے رد میں اور حقیقی نیکی اور سچی دینداری کے بیان میں نازل ہوئی ہے جس کا اقتضاء یہ ہے کہ فرائض کا ذکر ہو نہ کہ نوافل کا اور واجبات کا ذکر ہو نہ کہ مستحبات کا۔ چنانچہ آیت مبارکہ میں جو باتیں بیان کی گئی ہیں۔ وہ اسی قبیل سے ہیں یعنی یہ سب سے بنیادی باتیں ہیں جن کے بغیر عقیدہ، عبادت اور اخلاق سب بے معنی ہو کر رہ جاتے ہیں۔

اسی طرح سورۃ الانعام میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"و اتوا حقه یوم حصاده"(۳۸)

اور اس کا حق ادا کرو فصل کے کٹنے کے دن۔

اس آیت میں جس حق کو ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہ زکوٰۃ کے علاوہ ہے۔ اس کی چند ایک وجوہات ہیں۔

۱۔ یہ آیت عشر کے فرض ہونے سے پہلے مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی تھی۔

۲۔ آیت میں فصل کٹنے کے دن حق ادا کرنے کے لیے کہا گیا ہے اور یہ بات عشر کی زکوٰۃ کے سلسلہ میں نہیں ہو سکتی کیونکہ عشر غلہ صاف کرنے کے بعد نکالا جاتا ہے۔

۳۔ آیت میں اسراف کی ممانعت کی گئی ہے جبکہ زکوٰۃ میں اسراف نہیں ہوتا۔ اس کی مقدار شارع علیہ السلام نے مقرر کی ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس "حق" کی تفسیر یہ بیان کی ہے کہ صحابہ کرامؓ زکوٰۃ کے علاوہ کچھ دیا کرتے تھے۔[۳۹]

علاوہ ازیں احادیث مبارکہ میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حقوق کا ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً بخاری شریف کی حدیث مبارکہ میں اونٹنی کے حقوق کی بات مذکور ہے۔

و من حقها ان تحلبه علی الماء[۴۰]

اونٹنیوں اور بکریوں کا حق ہے کہ انہیں پانی (گھاٹ) پر دوھا جائے (اور غریبوں پر صدقہ کیا جائے۔

ظاہر ہے کہ یہ حقوق زکوٰۃ کے علاوہ ہیں۔

مہمان کی عزت و اکرام اور اس کے حقوق کے بارے میں حدیث پاک میں آتا ہے:

من کان یومن باللہ و الیوم الاخر فلیکرم ضیفه جائزة یوم ولیلة و الضیافة ثلاثة ایام فما کان بعد ذالک فهو صدقة[۴۱]

جو اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہئے کہ ایک شب و روز کی مہمان نوازی کرے اور ضیافت تین دن تک ہے اس کے بعد جو کچھ ہے وہ صدقہ ہے۔

اکرام کا یہ حکم وجوب پر دلالت کرتا ہے اور اس سلسلہ کی جملہ احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ مسلمان کے مال میں آنے والے مہمان کا حق ہے اور یہ حق زکوٰۃ کے علاوہ ہے کیونکہ زکوٰۃ تو خاص اوقات میں واجب ہوتی ہے لیکن مہمان تو کسی وقت بھی آسکتا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

یمنعون الماعون[۴۲]

ماعون سے روکتے ہیں۔

ماعون کا مطلب یہ ہے کہ چھوٹی چھوٹی چیزوں کو جن کے پڑوسی ضرورت مند ہوتے ہیں۔ عاریتاً" دینا واجب ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ چیزیں زکوٰۃ کے علاوہ ہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔

فقہاء نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا اور س کے حق میں دلائل پیش کیے[۴۳]

علامہ شاطبیؒ نے الاعتصام میں بھی مزید محاصل عائد کرنے کے مسئلہ پر تفصیلی بحث کی ہے۔[۴۴]

اندلس میں پانچویں صدی ہجری میں یوسف بن تاشفین کے عہد حکومت میں دفاعی اغراض کے تحت مشہور مالکی فقیہ ابوالولید الباجی نے فتویٰ دیا کہ حسب ضرورت مزید محاصل عائد کیے جاسکتے ہیں۔ (۴۵)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ساتویں صدی ہجری میں مصر کے نائب سلطنت نے فوجی ضروریات کے پیش نظر مزید محاصل عائد کرنا ضروری سمجھا تو اس زمانہ کے اکابر علما سے فتویٰ طلب کیا۔ متعد علماء جن میں مشہور شافعی فقیہ عزالدین بن عبدالسلام بھی شامل ہیں ' نے فتویٰ دیا کہ اگر بیت المال میں مال موجود ہو تو ایسا کرنا جائز نہیں۔(۴۶) ان نظائر سے واضح ہوتا ہے کہ واقعی ضرورت پیش آنے پر ماضی میں صالح حکمرانوں نے اکابر علماء اسلام کے مشورے سے مزید محاصل عائد کیے۔(۴۷)

لہٰذا بوقت ضرورت مزید محاصل عائد کرنے پر علماء اسلام کا اتفاق ہے۔

ٹیکس کے نفاذ کو سیاست شرعیہ 'استحسان 'مصالح مرسلہ اور مصلحت عامہ کے اصولوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے جائز قرار دیں گے۔ ٹیکس کی تنفیذ کے ضمن میں سربراہ ریاست اور حکام سیاست شرعیہ کو بھی ملحوظ رکھیں گے۔ ابن خلدون نے اس کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے :

و السیاسة و الملک ھی کفالة المخلوق و خلافة اللہ فی العباد لینفیذ احکام فیھم(۴۸)

سیاست اور حکومت مخلوق کی نگہداشت اور ان کے مفاد کی کفالت و ضمانت کا نام ہے۔ سیاست خدا کی نیابت ہے اس کے بندوں پر اس کے احکام کی تنفیذ کا نام ہے۔ ابن قیم نے بھی سیاست شرعیہ کو لوگوں کے مفادات کا نام قرار دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں :

السیاسة کان فلا یکون مع الناس اقرب الی الاصلاح و البعد عن الفساد و ان لم یصنع الرسول ولا نزل بہ وحی(۴۹)

(سیاست وہ فعل ہے جس کی وجہ سے لوگ صلاح و مصلحت عامہ کے زیادہ قریب ہوجائیں اور فساد و بگاڑ سے دور ہوجائیں اگرچہ اس کو اللہ کے رسول نے نہ کیا ہو اور نہ اس کے بارے میں وحی نازل ہوئی ہو۔)

چنانچہ اسلامی حکومت ٹیکس کی تنفیذ سیاست شرعیہ کو پیش نظر رکھ کر کرے گی۔ قرآن و سنت اور آثار سے سیاست شرعیہ کا ثبوت ملتا ہے چونکہ سیاست شرعیہ کا مقصد لوگوں کو صلاح سے قریب اور فساد سے دور کرنا ہے اس بنا پر جلب منفعت اور دفع مضرت یا حصول منافع اور دفع مفاسد پر دلالت کرنے والی تمام آیات اور احادیث و آثار سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ یہ مسلمات میں سے ہے کہ جن معاملات میں کوئی منصوص یا اجماعی حکم موجود نہ ہو اور نہ ہی اس ضمن میں قانون سازی ہو تو اسلامی حکومت قیاس استحسان' مصلحت' مصالحہ مرسلہ جیسے فقہی مصادر کو پیش نظر رکھ کر قانون سازی کر سکتی ہے۔ چنانچہ محاصل کے ضمن میں بھی وہ ان امور کو پیش نظر رکھ کر زکوٰۃ و عشر کے علاوہ ٹیکس عائد کرنے کے اختیارات رکھتی ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حواشی و مراجع

۱۔ ترمذی شرح ابن عربی مالکی' (المطبعہ المصریہ' مصر ۱۹۳۱ء ص ۴۱

۲۔ ابن سعد' الطبقات الکبریٰ' بیروت ۱۹۵۷ء ج ۲ ص ۳۰۵

طبری' ابو جعفر محمد بن جریر' تاریخ الامم و الملوک 'لندن '۱۸۹۳ 'ص ۲۷۳۸ حوادث ۲۳

۳۔ ابن منظور' لسان العرب 'ج ٦' ص ۲۲۰

۴۔ المنجد' ص' ۱۲۲۲

۵۔ Encyclopaedia of Social Sciences Vol 15. page 521

٦۔ Encylopaedia Britannica Vol-21 Page 723 Ed. 1968

۷۔ Daltan, The Principal of Public Finance London' P - 28

۸۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمایئے :

ضیاء الدین الرئیس' الخراج فی الدولہ الاسلامیہ 'مطبوعہ مصر 'ص ۳۱۷

۹۔ طبری ابن جریر تاریخ الامم و الملوک 'مصر 'نیا ایڈیشن ج ۲ 'ص ۱۲۲

۱۰۔ القرآن الحکیم : الحج ۔ ۴۱

۱۱۔ القرآن الحکیم : البقرہ ۔ ۴۳

۱۲۔ بخاری 'محمد بن اسماعیل' صحیح البخاری ج ص ۱۸۷

مسلم' الجامع الصحیح 'ج ۱ 'ص ۳۱

احمد بن حنبل' مسند' ج ۲' ص ۲۴۲۔۲۴۳

۱۳۔ شوکانی' نیل الاوطار 'ج ۴ ص ۱۳۱' شافعی 'کتاب الام 'ج ۲ ' ص ۴

۱۴۔ ابن ماجہ سنن ' ص ۱۳۹' کنز العمال 'ج ٦ ص ۳۲۲' المیزان الکبریٰ 'ج ۱ ' ص ۲

۱۵۔ الماوردی' ابوالحسن بن محمد حبیب البصری' الاحکام السلطانیہ 'ص ۱۱۳

۱٦۔ کنزالعمال ج ۱ ص ۲۹٦

۱۷۔ نیل الاوطار ج ۸ 'ص ٦۴

۱۸۔ احمد بن حنبل' المسند' ج ۴ 'ص ۱۰۹

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ابو عبید القاسم، کتاب الاموال ص ۴۲۹ ۔ المنذری، الترغیب و الترهیب ج ۱، ص ۵۶۸

۱۹۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۱۹۰

مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۹۷، ابن الہیثمی، مجمع الزوائد، ج ۳، ص ۔ ۸۷

۲۰۔ ابو یوسف، کتاب الخراج، ص ۹۵

۲۱۔ القرآن الحکیم : البقرہ : ۹

۲۲۔ القرآن الحکیم : الروم : ۳۸

۲۳۔ االقرآن الحکیم : الذاریات : ۱۹

۲۴۔ ابو عبید القاسم بن سلام، کتاب الاموال، ص ۳۵۷

۲۵۔ ابن حزم ۔ المحلی، ص ۳۵۶

۲۶۔ ابو عبید، کتاب الاموال ص ۸ ۔ ۳۵۷

۲۷۔ ابن حزم، المحلی، ج ۶، ص ۵۴ ۔ ۱۵۲

۲۸۔ ابو یعلی، الاحکام السلطانیہ، مطبع مصطفیٰ حلبی قاہرہ، ص ۳۷

۲۹۔ المرغینانی، الہدایہ، ج ۱، ص ۵۸۵

۳۰۔ السرخسی، المبسوط ج ۱۰، ص ۱۳۶

۳۱۔ الہدایہ، باب الکفالۃ، ص ۱۲۵

۳۲۔ الہدایہ، باب الکفالۃ ص ۱۲۵

۳۳۔ شوکانی، فتح القدیر، ج ۵، ص ۳۲۳

۳۴۔ الماوردی، الاحکام السلطانیہ مطبع مصطفیٰ حلبی قاہرہ، ۱۹۸

۳۵۔ الہدایہ، ج ۲، کتاب السیر

۳۶۔ ترمذی، الجامع، ج، ص ۱۳۹

۳۷۔ القرآن الحکیم : البقرہ : ۱۷۷

۳۸۔ القرآن الحکیم : الانعام : ۱۴۱

۳۹۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن ج ۸، ص ۱۰۰۷

۴۰۔ بخاری، ج ۱، ص ۵۵۸

۴۱۔ بخاری، الصحیح، ص ۹۰۶

۴۲۔ القرآن الحکیم : ۱۰۷ : ۷

۴۳۔ شیخ محمد علی، القواعد السنیہ فی اسرار الفقیہ علی حاشیہ الفروق للقرافی، ۱۳۰، ۱۳۱

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۴۴۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، شاطبی، الاعتصام، مطبعہ المنار مصر ۱۹۱۴، ج ۲، ص ۲۹۵ تا ۲۹۸

۴۵۔ ابن خلکان وفیات الاعیان، مکتبہ نهضة قاهره ۱۹۴۸ ج ۶ ص ۱۱۸

۴۶۔ محمد بن احمد بن ایاس، تاریخ مصر، بولاق، مصر ۱۳۱۱ھ، ج ۱، ص ۹۵ ۔ ۹۴

۴۷۔ امام غزالی نے بھی اس رائے کا اظہار فرمایا ہے۔
المستصفیٰ، مطبعہ امیریہ بولاق مصر ۱۳۲۲ھ ج ۱ ۔ ص ۴۔۳

۴۸۔ ابن خلدون، مقدمہ، طبع بیروت، ص ۱۱۳

۴۹۔ ابن قیم، الطرق الحکمیة فی السیاسة الشرعیة

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com